نجابت کی وار-پنجاب پر نادر شاہ کا حملہ اور مقامی مزاحمت

حسین احمد خان، پی ایچ ڈی
ڈائریکٹر ادارہ تاریخ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

سید عدیل اعجاز
ایم۔فل اسکالر (تاریخ) ادارہ تاریخ، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

NIJĀBAT KI VĀR - NADIR SHAH'S INVASION ON PUNJAB AND INDIGENOUS RESISTENCE

Hussain Ahmad Khan, PhD
Director Institute of History, GCU, Lahore

Sayed Adeel Ijaz
M. Phil Scholar (History)
Institute of History, GCU, Lahore

Abstract

Persian emperor Nadir Shah invaded India in the eighteenth century. His onslaught was strongly resisted by many local rulers and landholders alike. The article explains the situation from the lens of an eighteenth-century Punjabi poet Nijābat who wrote a Vār -a genre in the Punjabi poetry- to appreciate the resistance of locals against the invasions of outsiders. Nijābat not only explains the atrocities committed by the army of Nadir Shah but also eulogizes the resilience of locals who showed extra ordinary resistance. An interesting feature of this Vār is the expression of various emotions such as anger, pride and weeping.

Keywords:
Folklore, Nadir Shah, Iran, Indo-Pak subcontinent, Punjab, Nijābat, Historical Anthropology

لوک داستانیں ہمیں تاریخ کو سمجھنے کے لیے نئے زاویے فراہم کرتی ہیں۔(۱) ایلن ڈنڈیز (۱۹۳۴۔۲۰۰۵ء Alan Dundes) لوک خیال کو عالمی دنیا کی معاشرتی تاریخ کی اکائی تسلیم کرتا ہے۔(۲) یہ اقوام گزشتہ کی نہ صرف سماجی تاریخ ہیں بل کہ یہ سماج کا حافظہ اور من گھڑت تاریخ کی رد تشکیل کا ایک موثر ذریعہ بھی ہیں۔ ایرک (Eric) اور ٹیرنس (Terrance) ان کو روایات کی اختراع اور ایجاد کا مصدر قرار دیتے ہیں۔ یہ دراصل نچلی سطحوں اور تاریخ کے مقامی پہلو سے روشناس کراتی ہیں۔ قرآن کریم میں قصص کے ذریعے گزشتہ اقوام کے رسوم و رواج، طریقِ معاشرت اور افکار و نظریات پہ سیر حاصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ روجر ابراہمز (۱۹۳۳۔۲۰۱۷ء Roger Abrahams) نے لوک داستانوں کے ذریعے افریقو۔ امریکن روایات اور لوک داستانوں کے ذریعے تاریخ کو بیان کیا ہے۔(۴) لوک ادب دراصل تاریخی آثاریات ہے جس کے ذریعے ہم معاشرے میں وقوع پذیر گزشتہ تغیر کو سمجھ سکتے ہیں۔ ہر علاقے کی تاریخ علیحدہ ہوتی ہے جو لوک داستانوں میں نظر آتی ہے۔(۵) لوک ادب کے بارے میں کہا جاتا ہے کے یہ تاریخی سائنس ہے۔ اس کا تجزیہ ہمیں نہ صرف اس امر سے روشناس کراتا ہے کہ اس میں معاشرتی تمدن محفوظ ہے بل کہ یہ شناخت بھی فراہم کرتا ہے۔ فرح نے انھی لوک داستانوں کے ذریعے فلسطینی شناخت کو اجاگر کیا ہے۔(۶) ڈورسن (۱۹۱۶۔۱۹۸۱ء Dorson) کے مطابق لوک داستانوں کے ذریعے ہمیں آریاؤں کے پھیلاؤ اور ان کے حملوں کے بارے میں آگاہی ملتی ہے۔(۷) **پنچ تنتر**، **سرت ساگر** اور **کلیلہ و دمنہ** جو قدیم ہندوستان کی داستانیں ہیں، کے ذریعے ہم اس وقت کی معاشرت کو پرکھ سکتے ہیں۔ یہ درحقیقت عہدِ گزشتہ و قدیم میں جینے، سانس لینے، اس کو محسوس کرنے کا نہ صرف شعور اجاگر کرتی ہیں بل کہ اس کو وسعت بھی دیتی ہیں۔(۸) لوک داستانیں پاپولر کلچر کی نمائندگی کرتی ہیں۔ تاریخ میں جہاں ماخذ خاموش ہو جاتے ہیں یا متعلقہ موضوع پر تاریخی دستاویز اور مواد کم یاب ہوتا ہے وہاں لوک داستانوں کے ذریعے رہنمائی حاصل کی جاتی ہے۔ لوک ادب میں مقامی رنگ کی جھلک زیادہ نمایاں ہوتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ مبالغہ آمیز عبارت آرائی کے نقوش بھی واضح ہوتے ہیں۔

شمالی پنجاب کی سرزمین صدیوں سے فاتحین اور بیرونی حملہ آوروں کی رہ گزر رہ چکی ہے۔(۹) عین الحق فرید کوٹی (۱۹۱۹۔۱۹۹۵ء) کے مطابق یہاں کے آبائی لوگ، منڈا قبائل، پر پہلے پہل دراوڑیوں نے حملہ کیا اور دراوڑیوں کو آریاؤں نے یہاں سے خانماں برباد کرتے ہوئے مار بھگایا۔(۱۰) سرزمینِ پنجاب کی تاریخ انھی حملوں میں پروان چڑھی ہے اور تاریخی عمل اسی کے سائے میں آگے بڑھتا ہوا نظر آتا ہے۔ان قدیم حملوں کے بعد پنجاب پر غزنوی (۹۷۷۔۱۱۸۶ء) اور غوری (۱۱۷۳۔۱۲۱۵ء) بھی حملہ آور ہوئے اور پنجاب کو اپنا باج گزار بنالیا۔(۱۱) غوریوں کے بعد ہمیں منگولوں کے حملوں کے سائے سرزمینِ پنجاب پر منڈلاتے نظر آتے ہیں۔ تیمور لنگ (۱۳۳۶۔۱۴۰۵ء) کا حملہ اور اس سے اٹھنے والی تباہی کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ ان حملوں نے جہاں لوگوں کو تباہی سے دوچار کیا وہیں اس کے اثرات دوررس بھی ثابت ہوئے۔ان بیرونی حملوں نے پنجابیوں یا اس خطے کے لوگوں کو جنگ جویانہ صلاحیتوں سے بہرہ ور کیا۔

معاشرے، معاشرتی روایات و تمدن اور مقامی لوگوں پہ پڑنے والے اثرات کو شعرا نظموں، قصوں، داستانوں اور واروں کی صورت میں سموتے رہے ہیں۔اس کے ابتدائی نقوش **اپنشد**، **رگ وید** اور **بھگوت گیتا** کی صورت میں موجود ہیں جب کہ بابر (۱۴۸۳۔۱۵۳۰ء) کے حملے کی گونج اور صورت گرونانک (۱۴۶۹۔۱۵۳۹ء) کی تحریر کردہ وار بابر بانی میں دیکھی جاسکتی ہے۔ پنجابی زبان و ادب کو بنیاد دراوڑی زبان نے فراہم کی ہے۔(۱۲) اس کی بہت حد تک صورت گری سنسکرت نے کی ہے۔ فارینہ میر (۱۹۷۵ء) کے مطابق پنجابی ادب کے ہیولے (ابتدائی شکل) نے فعل اور عمل سے تشکیل پائی ہے۔ یہ اجتماعی اور سماجی حیات کا ماخذ ہے۔(۱۳) پنجابی ادب میں واروں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے جو دیس پنجاب کے سورماؤں کی دلیری کی روایت کی عکاس ہیں۔اس میں سماجی تاریخ کے کئی پہلو پنہاں ہیں۔لفظ ''وار'' سنسکرت کا ہے جو پندرہ سو قبل مسیح سے مذہبی صحائف اور اوراق میں پڑھنے کو ملتا ہے۔(۱۴) پنجابی معاشرت کے نمایاں نقوش لوک ادب میں واضح دیکھے جاسکتے ہیں۔اس میں نہ صرف مقامی لوگوں کے حالات وواقعات جاننے کو ملتے ہیں بل کہ رمزوں اور اشاروں کے ذریعے تاریخ کے ماخذات تک رہنمائی بھی ملتی ہے۔ واریں بھی دیس پنجاب کی معاشرت کی نمائندہ ہیں۔ پنجابی شاعری کی صنف وار

مقامی جنگ جوؤں اور سورماؤں کی دھرتی کو بیرونی حملہ آوروں کی یلغار کے آگے بند باندھنے اور تن، من، دھن لوٹا کر اپنی دھرتی کی حفاظت کا نغمہ ہے۔ وار میں جنگ، جنگ سے پہلے اور بعد کے حالات اور لوگوں پر پڑنے والی افتاد کا مقامی شاعروں کی زبانی ماتم کیا جاتا ہے۔ پنجابی ادب کے ماہرین واروں کو دو عنوانات میں تقسیم کرتے ہیں، اندر مکھی اور باہر مکھی۔(۱۵) انیسویں صدی اور اس سے پہلے کی تاریخ کی بازیافت کے لیے پنجابی ادب مرکزی نقطہ ہے جو معاشرتی تاریخ کو بیان کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔(۱۶)

واروں کی اس ریت کو میراثیوں اور ڈھاڈیوں نے پروان چڑھایا۔ میراثیوں اور ڈھاڈیوں کو پنجابی ادب کے بیان میں بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ پنجابی لوک ادب کو ان لوگوں نے نطق و زبان اور قوتِ گویائی سے سینچا ہے جن کی یہ روایات نسل در نسل، سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہیں۔ یہ ایک وقت میں نسّاب (شجروں کا علم رکھنے والے) اور کلاونت (گائیک) بھی ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے قصوں، کہانیوں کو گا گا کر سناتے تھے اور پسند کیے جاتے تھے۔ فارینہ میر کے مطابق برعظیم میں ان زبانی قصوں کہانیوں کے نوآبادیاتی دور میں کاغذ پر چھپنے کی وجہ سے آہستہ آہستہ یہ زوال آشنا ہونا شروع ہو گئے۔(۱۷) پنجابی معاشرے میں یہ نچلے طبقے ہی میں شمار ہوتے رہے اور رزق کے لیے امرا کے مرہونِ منت رہے۔ پنجاب کے دور دراز گاؤں میں شادی بیاہ کے موقعوں پر ان کو اب بھی گاتے اور نیگ (ویل کی صورت میں لی جانے والی رقم) لیتے دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ لوگ ہماری زبانی تاریخ کا ناقابل فراموش باب ہیں۔ مفتی غلام سرور (۱۸۳۷ء۔۱۸۹۰ء)، **تاریخ مخزنِ پنجاب**، میں بیان کرتے ہیں کہ یہ باکمال حافظے کے مالک واقع ہوئے ہیں جنھیں پشت در پشت باپ دادوں کے نام زبانی یاد ہیں۔ پنجاب میں سب سے زیادہ گائی جانے واروں میں سے ایک وار ''نادر شاہ دی وار'' ہے جو اس تحقیقی مقالے کا بنیادی موضوع ہے جس کے ذریعے اس وقت کی معاشرت اور سماجی تاریخ اور مقامی لوگوں پر پڑنے والی افتاد کو بیان کرنا ہے اور اپنے مقامی سورماؤں کی شجاعت، مزاحمت اور دلیری کو عیاں کرنا ہے۔

نادر شاہ کے حملہ (۱۷۳۹ء) کو لوک داستانوی اور کلاسیکی ادب میں متعدد صورتوں میں نظم کیا گیا جس کی بازگشت نہ صرف پنجابی ادب میں سنی جا سکتی ہے بل کہ اردو ادب میں بھی اس کا تذکرہ جگہ جگہ

ملتا ہے۔ نہ صرف مقامی شعرا اور صوفیہ نے اس حملے کی اپنی شاعری میں مذمت کی ہے بل کہ اس وقت اور بعد کے متعدد مورخین جیسا کہ خافی خان (۱۶۶۴۔۱۷۳۲ء)، صاحب **منتخب اللباب**، مرزا حیرت ایرانی، صاحب **حالاتِ نادر شاہ**، اور مینورسکی (۱۸۷۷۔۱۹۶۶ء Minorsky)، صاحب **تاریخچہ نادر شاہ** اور عہد حاضر کے تاریخ دان جیسا کہ مائیکل آکس وردی (۱۹۶۲۔۲۰۱۹ء Michael Axworthy) کے بہ قول نادر شاہ، تیغِ فارس، جو ۱۷۳۶ سے ۱۷۴۷ تک ایران کا بادشاہ تھا، اپنے سفاک شوق، بہترین جنگ جویانہ قابلیت، طاقت، ظلم اور گھٹیا پن کا امتزاج تھا۔ اس کا عہدِ حکم رانی قتلِ عام، دھوکا دہی اور خوف سے عبارت تھا۔(۱۸) مورخین نے اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ نادر شاہ میں ظلم کا مادہ کچھ زیادہ ہی تھا۔ شاہی ادوار میں لکھی گئی تاریخوں میں بسا اوقات جنگ و جدل کے ایسے واقعات احاطۂ تحریر میں نہیں آ پاتے جو وار، ڈھولا، ماہیا، بولیاں، شاعری، شہر آشوب، جنگ ناموں اور اولیاے کرام کے ملفوظات اور تذکار میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔

نادر شاہ کی وار اور تاریخ

نادر شاہ کی وار لکھنے والے شاعر نجابت (۱۹) کی پیدائش کے بارے میں شواہد یہی بتاتے ہیں کہ وہ ۱۶۸۹ء بہ مقام چاؤوال نزد کوٹ مومن، موجودہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوا اور ہرل راجپوت قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔(۲۰) پنجابی لوک ادب میں سب سے زیادہ گائی گئی نظم نادر شاہ کی وار ہی ہے(۲۱) محمد آصف خان (۱۹۲۹۔۲۰۰۰ء) اس وار کو مرتب کرنے کے بعد اس کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ یہ وار ۱۹۰۰ء کے قریب سب سے پہلے **خالصہ ینگ مین میگزین** میں چھپی۔ اس کے بعد رائے بہادر پنڈت ہری کشن کول (۱۸۶۹۔۱۹۴۲ء) نے **پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی جرنل** میں اس کو چھاپا۔(۲۲) اشاعت سے پہلے یہ وار محض گائی ہی جاتی تھی۔ اس کا کوئی بھی نسخہ یا مخطوطہ کسی بھی صورت میں دست یاب نہ تھا۔(۲۳) اس کی چھپائی کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ سر ایڈورڈ میکلیگن (۱۸۶۴۔۱۹۵۲ء Sir Edward Maclagan)، جو برٹش انڈیا میں منتظمِ اعلیٰ اور پنجاب یونیورسٹی کے چانسلر تھے، وہ ۱۸۹۲ء میں رچنا دوآب (راوی اور چناب کا درمیانی علاقہ) میں دورے پر تھے۔ اپنی قیام گاہ پر انھوں نے لوگوں کو یہ وار گاتے سنا تو انھیں اس کے بارے میں جاننے کے لیے مزید جستجو ہوئی۔ اس تجسس کے

پیشِ نظر انھوں نے اسے ایک میراثی سے سناتو اس وار کو نادر شاہ کے پنجاب پر حملے کا تاریخی ماخذ جانا۔ وار سننے کے بعد میکلیگن نے اس کا ایک نسخہ تیار کرایا جو اب تک دست یاب ہے۔(۲۴)

نجابت کی وار پر پنجابی زبان و ادب کے علما کی اس بارے میں مختلف آرا پائی جاتی ہیں کیوں کہ اس کے بعد اور بھی بہت سے نسخے سامنے آئے جن کا بیان، الفاظ اور محاورات مختلف تھے۔ بہ ہر حال نواب سیال نے جو نسخہ مرتب کیا اسے بعد میں محمد آصف خاں نے نئی طباعت سے آراستہ کر کے شائع کیا جس پہ سب کا اتفاق ہے۔ وار کے تجزیے اور اس میں تاریخ کو محسوس کرنے سے پہلے یہ جان لینا لازم ہے کہ نادر شاہ کے حملے کے وقت اور اس سے پہلے جنوبی ایشیا اور پنجاب کی صورتِ حال کیا تھی اور نجابت کا نظریہ حیات کیا تھا۔ بہ قول عزیز احمد ۱۷۰۰ء سے ۱۸۰۰ء کا جنوبی ایشیا بالخصوص طوائف الملوکی، سیاسی اکھاڑ پچھاڑ اور خانہ جنگیوں کا شکار تھا۔(۲۵) ایران میں صفوی حکومت کے کم زور ہو جانے کی بنا پر ابتری پھیل رہی تھی، نراجیت اس کی جڑوں میں بیٹھ چکی تھی اور ان کی بادشاہت کا سورج غروب ہوا چاہتا تھا۔ شاہ طہماسپ دوم صفوی(۱۷۰۴۔۱۷۴۰ء) کی حکومت پہ گرفت کم زور ہو چکی تھی۔ ایران اس وقت کی دو بڑی طاقتوں، ترکی اور روس، کے درمیان شطرنج کی بساط بنا ہوا تھا۔ یہ دونوں طاقتیں اپنے مفادات کی خاطر ایران کے حصے بخرے کرنے اور ان پر قبضہ کرنے کی خاطر زور آزمائی کر رہی تھیں۔ علاوہ بریں افغانی اور مغربی بلوچ بھی رہ زنوں کے روپ میں سر اٹھا رہے تھے اور وقفے وقفے سے ایران کو پامال کرنے اور لوٹنے سے دریغ نہ کرتے تھے۔(۲۶) ایران اس دوران میں جتنا خارجی طور پر کم زور تھا، اس سے بھی بڑھ کر داخلی طور پر انتشار کا شکار تھا۔ ملک محمود سیستانی(۱۳۵۲ء) نے ملکی صورت حال کی ابتری کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مشہد پر قبضہ کر لیا اور شاہ ایران سے بھی بڑھ کر طاقت ور ہو گیا۔(۲۷) برعظیم کے تناظر میں اورنگ زیب(۱۷۰۷۔۱۶۱۸) کی وفات کے بعد مغلیہ دربار سازشوں کی آماج گاہ بن چکا تھا۔ مغلیہ سلطنت کا شیرازہ اب بکھر رہا تھا جس میں بہت بڑا ہاتھ امرا، وزرا اور درباری حاشیہ نشینوں کا تھا۔ صاحب **منتخب اللباب**، خافی خان نے مغلیہ دربار میں وزرا کی سازشوں کو بیان کیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ نظام الملک (۱۶۷۱۔۱۷۴۸ء) کی بے جا حمایت بھی کی ہے۔ صاحب **مآثرالامرا**، شاہ نواز خاں (۱۷۰۰۔۱۷۵۸ء) کے ہاں بھی اس درباری شورشوں اور بادشاہ کے حواریوں کی درپردہ سازشوں کی خبر

ملتی ہے۔شاہ عالم اول(۱۶۴۳ء۔۱۷۱۲ء) کے عہدِ حکم رانی میں بندہ بیراگی(۱۶۷۰ء۔۱۷۱۶ء)جیسافتنہ اس زور سے اٹھا کہ اس نے حکومت کو شدید غیر مستحکم کر دیا۔(۲۸) دربار میں عدم استحکام کی وجہ سے ایرانی اور تورانی اختلاف کی خلیج بھی بڑھتی رہی جس سے امرا و وزرا منھ زور ہوتے چلے گئے اور اپنی اپنی صوبہ داری میں بے تاج بادشاہ بن بیٹھے۔"سلطنتِ شاہ عالم از دلی تا پالم" جیسی ضرب الامثال اس دور کی تصویر کشی کرتی ہیں۔ محمد شاہ کا دور ایسے واقعات کا مرقع ہے۔(۲۹) جب کہ دوسری جانب عیسیٰ خان منج، ایک رانگھڑ راجپوت اور علاقہ سرہند کا جاگیر دار، حسین خاں خویشگی، افغانانِ قصور کے سردار کا بیٹا، شرف الدین کشمیری، کٹوچ کا راجہ سنسار چند، سیال، میر مار، ٹوانے، کھرل، وٹو اور ڈوگروں کی صورت میں مقامی سطح پر بھی بغاوتیں رونما ہو رہی تھیں۔(۳۰)**اسرار صمدی** جو مغلیہ پنجاب کے گورنر عبدالصمد خان(۱۷۳۷ء) اور نواب زکریا خان(۱۷۴۵ا۔۱۷۰۵ء/۱۷۰۰ء) کے دور کی عکاس ہے، میں اس دور کی مقامی بغاوتیں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔اس کتاب کے مصنف کے بارے میں اب تک معلومات نہیں مل سکی ہیں۔بنیادی ماخذ **اسرار صمدی**، **منتخب التواریخ**، **تاریخ ارادت خان**، اور **مآثر الامراء** میں تواتر سے یہ بات پڑھنے کو ملتی ہے کہ مقامی لوگوں اور صوبے داروں نے شاہی دربار کے ہرکاروں کو مالیہ دینے سے انکار کر دیا جس کی بنا پر مقامی بغاوتیں پھوٹ پڑتی تھیں۔لیکن سوال یہ ہے کہ یہ سب مالیہ دینے سے انکاری کیوں تھے؟اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ بیرونی حملوں کی وجہ سے لوگوں کی معاشی حالت اتنی پتلی ہو چکی تھی کہ وہ مزید مالیہ کہاں سے دیتے اور مالیہ نہ دینا دربار سے بغاوت کا اعلان ہی تو تھا۔اسی دور میں بارہہ کے سیدانِ بادشاہ گر نے بھی اقتدار اور دربار شاہی کے ساتھ خوب کھلواڑ کیا۔(۳۱) اس وقت کا مغلیہ دربار خانہ جنگی کا شکار تھا اور شاہی و حکومتی معاملات کی لگامیں درباری حاشیہ نشینوں اور لونڈیوں کے ہاتھ میں تھیں۔(۳۲) اس خانہ جنگی نے شاہی حکومت کی ساری طاقت نچوڑ لی اور رہی سہی طاقت شاہ زادوں کی آپسی چپقلش کی نذر ہو گئی۔بہ قول سید محمد لطیف(۱۸۵۱۔۱۹۰۲ء) مغلیہ سلطنت کے زوال آشنا دنوں میں روہیلوں، مرہٹوں، ایرانی امرا اور افغانیوں نے سب سے زیادہ شورش پیدا کی۔دہلی دربار میں عدم استحکام کی وجہ سے جنوبی ہند میں مرہٹہ گردی، جنوبی ہند میں مرہٹوں کی مغلوں کے خلاف شورش کی ایسی گھٹا اٹھی جو دہلی تک کے افق تک چھا گئی۔(۳۳) ان تمام واقعات نے مل کر بہت حد تک بیرونی حملہ

اورینٹل کالج میگزین، جلد ۹۷، شمارہ ۴، مسلسل شمارہ: ۳۶۲، سال ۲۰۲۲ء

آوروں کے لیے راہیں ہم وار کیں۔اسی بد نظمی اور سیاسی انتشار میں نادر شاہ افشار (۱۶۸۸۔۱۷۴۷)(۳۴) نے ایران میں سر اٹھایا، محمود سیستانی کے ہم راہ اقتدار کی سیڑھیاں چڑھتا، غلزئیوں کو شکست سے دوچار کرتا نائب السلطنت بن بیٹھا۔ بعد میں شاہ طہماسپ دوم کو معزول کر کے تختِ ایران پر جا براجمان ہوا۔(۳۵) شاہ طہماسپ کے زمانے میں ایران کی سلطنت کا شیرازہ بکھر چکا تھا۔ اسی بنا پر نادر شاہ نے تخت پر بیٹھنے کے کچھ ہی عرصے کے بعد افغانیوں اور ترکوں کو پے در پے شکستیں دے کر ایران کے مقبوضہ علاقوں کو واگزار کرانا شروع کر دیا۔اس مقصد میں نادر شاہ بہت جلد کام یاب ہوا جس نے ایران میں اس کے تخت کو تقویت پہنچائی۔(۳۶)

نادر شاہ کا ہندوستان پر حملہ

نادر شاہ کے ہندوستان پر حملے سے پہلے یہ سوال ذہن میں آتا ہے کہ وہ کون سے عوامل تھے جنھوں نے نادر شاہ افشار کو سلطنتِ ایران کا بادشاہ بنایا اور کن وجوہ کی بنا پر وہ ایک عظیم لشکر کے ساتھ سرزمینِ ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ نادر شاہ کے تختِ حکومت پر متمکن ہونے کے وقت ایران کی معاشی صورت حال ناگفتہ بہ تھی۔ شاہی خزانے ویران تھے اور مغربی افغانستان کے افغانوں نے نادر شاہ کی حکومت کو زچ کر رکھا تھا۔اس وقت کابل کا علاقہ برصغیر کی مغلیہ سلطنت کا حصہ تھا۔ نادر شاہ نے مغلیہ دربار میں مغربی افغانوں کی سرکوبی کے لیے ایک مہم دلی دربار روانہ کی اور سفیر کو جلد از جلد پیغام لے کر ایران واپس آنے کی تنبیہ کی۔ بہ جائے اس کے کہ اس سفارت کی سفارشات کو سن کر جلد از جلد ایران روانہ کیا جاتا محمد شاہ اور تمام امرا و وزرا ان کے آگے بند باندھنے میں پس و پیش سے کام لینے لگے۔(۳۷) سفارتی مہم کو ہندوستان میں آئے ایک برس ہونے کو تھا کہ اتنے میں دربار نادری سے واپسی کا اصرار بڑھا۔(۳۸) دریں اثنا نادر شاہ تک وقفے وقفے سے ہندوستان کے حالات بھی پہنچ رہے تھے جن میں ہندوستان اور مغلیہ دربار کے سیاسی حالات و واقعات سرِ فہرست تھے۔ نادر شاہ کو اپنے ہرکاروں کے توسط سے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ یہاں شاہی خزانہ بے پناہ ہے۔(۳۹) نادر شاہ کا درباری مورخ ان باتوں کو بے بنیاد قرار دیتا ہے۔ مورخین کے مطابق، نادر شاہی لشکر کا پہلا پڑاؤ چشمہ کا مقام تھا۔ ابھی تک اس مقام کا تعین نہیں ہو سکا کہ یہ چشمہ بیراج کا علاقہ تھا یا کوئی اور، تاہم اس کے بعد یہ لشکر اٹک دریا عبور کرتا

اورینٹل کالج میگزین، جلد ۹۷، شمارہ ۲، مسلسل شمارہ: ۳۶۲، سال ۲۰۲۲ء

ہوا گجرات آپہنچا جہاں مقامی لوگوں کو تاراج کرتا ہوا ایمن آباد میں آن ڈیرے جمائے۔ ایمن آباد کے بعد اس لشکر نے لاہور کا رخ کیا، نواب زکریا خان کو مطیع کرتے ہوئے کرنال کے میدان کو اپنے سپاہیوں سے سجایا جس کے بعد جنگ کرنال عمل میں آئی جس کی تہہ میں دہلی کی تباہی مضمر تھی کیوں کہ جنگ کرنال کے بعد ہی نادر شاہ دہلی کی جانب حملے کی غرض سے بڑھا تھا۔(۴۰) اس تباہی میں سب سے بڑا ہاتھ دہلی دربار کے وزرا کا تھا۔ مرزا مہدی، نادر شاہ کی فوج کی آمد کو یوں بیان کرتا ہے "نادر شاہ ایک اُمڈے ہوئے دریا یا ایک موج زن سمندر کی طرح جوش و خروش میں چلا آتا تھا۔"(۴۱) کرنال کی جنگ میں شکست نے مغلیہ سلطنت کی رگوں میں دوڑتی زندگی کے چراغ کی لو کو مزید مدھم کر دیا تھا۔ خاں دوراں کی میدان جنگ میں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے وفات کے بعد نظام الملک اور سعادت خان (۱۶۸۰۔۱۷۳۹ء) میں جھگڑا اس حد تک بڑھا کہ میر بخشی (وزیر خزانہ) کا عہدہ نظام الملک کو مل جانے کی وجہ سے نواب سعادت علی خان (۴۲) نے دل برداشتہ ہو کر نادر شاہ کو دہلی پر حملے کی دعوت دی اور مال وزر کو لوٹنے کی ترغیب دی۔(۴۳) محمد بخش آشوب (۴۴) کے مطابق "دہلی کی گلیاں خون کے نالوں کا منظر پیش کر رہیں تھیں اور یہ کہ تورانیوں کی فطرت میں خون بہانا شامل ہے۔ نادر نے تو خون ریزی میں خود کو چنگیز اور تیمور کا شاگردِ رشید ثابت کیا تھا۔"(۴۵) "آیا نادر ڈھے پئی چادر"، "شامتِ اعمال ما صورتِ نادر گرفت" اور "نادر شاہی حکم" جیسے محاورات جو اس جور و ستم کے بعد معاشرے کے ذہن میں محفوظ اور زبان پہ جاری ہو گئے اس کی سفاکی اور غارت گری کا منھ بولتا ثبوت ہیں۔ اس حملے اور غارت گری کے بعد نادر شاہ کے ہاتھ میں بے شمار خزانہ آیا جن میں تختِ طاؤس اور کوہِ نور ہیرا (۴۶) بھی شامل تھا جس سے ایران میں اس کے پائے تخت کو بے پناہ تقویت ملی اور وہ انھی وجوہ کی بنا پر ایرانیوں کا ہیرو بن بیٹھا کیوں کہ اس نے ایرانیوں کے پر شکوہ ماضی کی یاد کو ایک بار پھر سے تازگی بخشی تھی۔(۴۷)

اب نجابت کی "نادر شاہ دی وار" کے ذریعے تاریخ کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ نجابت کی یہ وار ۸۰ پوڑیوں پر مشتمل ہے جو خدا کی حمد و ثنا سے اور قرآنی احکامات کو حرف آخر مانتی ہوئی شروع ہوتی ہے:

صحیح سچ خداوند بادشاہ، سچے کم تیرے سبھانا
سر پر اوہا ہوسیا، جیہڑی لکھی اے وچ قرانا (۴۸)

ترجمہ: سچ خداوند صرف تیری ہی ذات ہے۔ اے اللہ تیرے احکامات ہی سچے ہیں۔ جو کچھ قرآن میں کہہ دیا گیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

اس کے بعد نجابت اس صدی میں مکر، فریب اور دغا بازی کی تصویر کشی کرتے ہوئے چوہانوں سے مغل بادشاہوں تک دہلی کی اشعار میں جستہ جستہ تاریخ بیان کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ دہلی پر برسے تیموری قہر و ستم کو بھی اشعار میں کچھ اس طرح بیان کرتا ہے:

چڑھے چوغطہ بادشاہ تیمور جُوں دھاناں
دس لکھ گھوڑا پاکھرا سنے مغل پٹھاناں(۴۹)

ترجمہ: تیمور جو چغتائی بادشاہ ہے دس لاکھ تربیت یافتہ گھوڑوں اور مغل پٹھانوں کے ساتھ تخت نشین ہوا۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ صدی کس طرح مکر و فریب کی صدی تھی۔ اورنگ زیب کی وفات کے بعد ہر طرف ادبار تھا۔ مقامی سطح پر چھوٹے پرگنوں اور علاقوں کے صوبے دار خود مختاری کا اعلان کر رہے تھے۔ بھارگاوا(Bhargava) کے مطابق خارجی محاذ پہ بھی مغل بادشاہوں کی کوئی خاص گرفت نہ رہی تھی۔(۵۰) ڈڈنی(Dudney) کی تحریر کردہ دہلی کی تاریخ میں اس پہ مختلف ادوار میں حکم ران بادشاہوں کی تخت نشینی کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے اور یہ بھی کہ دہلی کس کس طرح تخت نشینی کے لیے اجڑتی رہی ہے۔(۵۱) اٹھارویں صدی میں مغلیہ حکومت انحطاط کا شکار تھی اس انحطاط کا مقامی سطح تک اثر محسوس کیا جا رہا تھا۔

نجابت دہلی دربار اور اس میں موجود حاشیہ نشینوں، میر قمر الدین المعروف نظام الملک (۱۶۷۱۔۱۷۴۳)، سعادت علی خان(۱۶۸۰۔۱۷۳۹)، خانِ دوراں، کی منظر کشی کرتا ہے جس میں ساداتِ بارہہ کی ابلہ فریبیوں اور خود غرضیوں کی داستان رقم ہے۔ دہلی دربار میں نظام الملک (۱۶۷۱۔۱۷۴۳)، سید محمد لطیف(۱۸۵۱۔۱۹۰۲) اور اس وقت درباری مورخین نے بھی نظام الملک جو

اورینٹل کالج میگزین، جلد ۹۷، شمارہ ۲، مسلسل شمارہ: ۳۶۲، سال ۲۰۲۲ء

دکن کا صوبے دار تھا، کے کردار میں حیلہ جوئی کی جانب انگشت نمائی کی ہے، اور نظام الملک کی خان دوراں کے ہاتھوں بننے والی درگت کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

مذاق نظام الملک نوں خان دوراں لائے

قِبلہ بڈھے باندر دکھنی مجرے کو آئے (۵۲)

ترجمہ: خان دوراں نے نظام الملک کو مذاق کیا کہ بوڑھا بندر دکن سے دربار میں بادشاہ کو سلام پیش کرنے آیا ہے۔

بعد ازاں ایرانیوں، تورانیوں اور مقامیوں کے نزاع کو بیان کرتے ہوئے کل، کالی دیوی،(۵۳) اور نارد، دیوتا،(۵۴) کے جھگڑوں کے بیان کی جانب بڑھتا ہے۔ کل اور نارد کے آپسی جھگڑے کی وجہ سے نارد، نادر شاہ کے دربار کا رخ کرتا ہے اور دربار میں حاضر ہو کر ہندوستان کی داخلی کمزور صورت حال کو بیان کرتا ہے۔ جب کہ دوسری جانب کَل محمد شاہ کے دربار میں باریاب ہوتے ہوئے گوشت کے لیے طمع کا اظہار کرتی ہے بعد ازاں نادر شاہ کو دہلی دربار کی صورت حال سے آگاہی بخشتے ہوئے ہندوستان پر حملے کے لیے اکساتی ہے۔ دہلی دربار میں اس وقت رنجشیں اور کدورتیں موجود تھیں(۵۵) جس بنا پر سیاسی انتشار کی خلیج بڑھ رہی تھی۔(۵۶) بہ قولِ آورلی(Hourly)اس وقت مغلیہ سلطنت رفتہ رفتہ تحلیل ہو رہی تھی۔(۵۷)اس کے بعد نادر شاہ ایران سے ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے لیے سربہ کف ہوتا ہے، راہ میں آنے والی آبادیوں کو تباہی سے دوچار کرتا ہے۔ گجرات اور ایمن آباد کو تاخت وتاراج کرتا ہوا لاہور کے نواح میں شاہدرہ کو ملیامیٹ کر کے رکھ دیتا ہے۔ نواب زکریا خان جو لاہور کا حاکم تھا، کے مطیع ہونے کے بعد نادر شاہ کرنال، دہلی کے قریب میدانی علاقہ، کی جانب پیش قدمی کرتا ہے۔ یہ تمام واقعات بعینہ نجابت کی وار میں محفوظ ہیں جن کو پڑھ کر گمان ہوتا ہے کہ جیسے اس وقت کی جنگ ہمیں برپا ہوتی نظر آ رہی ہو۔ محمد شاہ کی شکست کے بعد نادر شاہ، محمد شاہ کو اپنے دربار میں بلاتا ہے۔(۵۸) جنگ کرنال میں شکست کے بعد، خان دوراں کا زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے موت سے ہم کنار ہوا اور بہ قول نجابت نمک حلال ثابت ہوا۔ نظام الملک اور نواب سعادت علی خان میں دہلی دربار میں مسندِ اعلیٰ کے لیے اختلاف، خان دوراں سلطنت مغلیہ میں میر بخشی کے عہدے پر متمکن تھا اس کی وفات کے بعد

نظام الملک اور نواب سعادت علی خان دونوں کی خواہش تھی کہ وہ میر بخشی (وزیرِ خزانہ ومالیات) بنیں جس سے ان میں رقابت مزید بڑھی جس نے نواب سعادت علی خان، جو صوبہ اودھ کا حاکم تھا، کو نادر شاہ کو دہلی پر حملے کی ترغیب دی۔

اگران تمام تاریخی کرداروں کا تجزیہ کیا جائے تو یہ تمام کے تمام تاریخ میں ایسے ہی موجود ہیں۔ نجابت نے وار میں ان تاریخی کرداروں کو موشگافی سے وار میں برتا ہے۔(۵۹) جب ان تاریخی کرداروں کا تاریخ کی کتاب میں موجود ان کے اعمال و کردار سے موازنہ کیا جاتا ہے تو نجابت کے تاریخی شعور کے درست اور بلیغ ہونے کی جانب اشارے ملتے ہیں۔ اس حوالے سے جاوید گھنجیرا کا نجابت کا مضمون ''مقامی لوگوں کی مزاحمت اور بہادری''، ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

نجابت کی وار میں ہمیں عام لوگ جیسا کہ یعقوب کھوجا(۶۰)، گوندل قبیلہ (۶۱)، اور سنیاسی (۶۲) مزاحمت کرتے، نادری لشکر سے لڑتے اور ان کے سامنے ہتھیار اٹھاتے نظر آتے ہی، درحقیقت اس مقالے میں نجابت کی وار، اس کے تاریخی شعور کے ساتھ ساتھ مقامی لوگوں کی مزاحمت سے پردہ ہٹانے کی کوشش بھی کی گئی ہے جن میں اوپر بیان کیے گئے تین گروہ ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ نادر شاہ جب اٹک کا دریا پار کر کے مقامی قصبوں کو تہ و بالا کر کے جہلم دریا کے قریب آ براجمان ہوتا ہے، جہلم سے گزرنے کے دوران گوندل بار کے علاقے میں، اس کا گوندل قبیلے سے ٹکراؤ ہوتا ہے۔ اس قبیلے کے لوگ بے پناہ جواں مردی اور دلیری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اس کو نجابت یوں بیان کرتا ہے:

کوئی نہ ہوئے ساہمنا نہ لوہا چائے
دو باریں راہ گونداں لجپوتاں آہے
دلو، سیدو ودھیا اسمانی سائے
سانگاں، تگوآنیاں بھن جگر جھگائے
جیویں مرغ کبابیاں چا سیکھیں لائے
ہمت کیتی سورمیاں چِک سیوں لنگھائے
دھیاں، بھیناں، بیٹیاں رب شرم رکھائے (۶۳)

ترجمہ: نادر شاہ کے لشکر کے سامنے کوئی نہ آتا تھا اور نہ ہی تلوار اٹھاتا تھا۔ اس لشکر کی راہ میں دو بار راجپوت گوندل آئے۔ دلو اور سیدو پر اللہ کی رحمت کے سائے بڑھ گئے۔ گوندل قبیلہ اس قدر جاں فشانی سے لڑا کہ ان کے کلیجوں کو سیخوں میں کبابوں کی طرح پرو دیا۔ ان سورماؤں کی ہمت ہی کی وجہ سے بیٹیوں اور بہنوں کی شرم محفوظ رہی۔

اوپر بیان کی گئی پوڑی، بند، مقامی لوگوں کی مزاحمت کو بیان کر رہی ہے جو تاریخ کی کتب میں تو محفوظ نہیں لیکن سماجی حافظے میں ان کی یاد اب تک تازہ ہے۔

ایسی ہی پر شکوہ داستان یعقوب کھوجے کی بھی ہے۔ جب یعقوب کھوجا نواب زکریا کے دربار میں سرکاری ہرکاروں سے ایمن آباد (گوجرانوالہ کے قریب ایک قدیم قصبہ اور عہد مغلیہ میں اناج کی ایک بڑی منڈی تھی) میں نادر شاہ کے کی غارت گری کے بارے میں سنتا ہے تو وہ لشکرِ نادری سے ٹکرانے کی ہامی بھر لیتا ہے۔ نواب زکریا کی ترغیب پر، کہ نادر شاہ کے سامنے کوئی جانے کو تیار نہیں تو جاؤ تم ہی بہادری کے جوہر دکھاؤ، یعقوب کھوجا ایک چھوٹے سے لشکر کے ساتھ نادری فوج کے سامنے آتا ہے اور اس فوج سے ایسے لڑتا ہے کہ نادری فوج کے سپاہیوں کا حال دھتورا کھائے جوگی جیسا ہو گیا، دھتورا ایک کڑوی بوٹی ہے۔ اس کے پتے اس قدر کڑوے ہوتے ہیں کہ اگر اس کے ایک دو پتے ہی حقے پر سلگتے تمبا کو پر رکھ دیے جائیں تو حقہ کش چکرا کر رہ جاتا ہے۔ اس کا کڑوا پھل اگر ویسے ہی زبان پر رکھ لیا جائے تو وہ اس قدر زود اثر ہوتا ہے کہ انسان سارا دن چکراتا رہتا ہے۔ یہ ترکیب نجابت نے اپنی وار میں برتی ہے:

گھتی وچ لہور دے ہرکارے کوک
سنیا وچ دربار دے کھوجے یعقوب
لے ارشاد نواب توں کروایا کوچ
نال جمیعت آپنی ہزار بندوق
پنج سے گھوڑے پنج سے لجپوت
پل تے میلہ دوہاں دا کہو کت سلوک
ذاتی سان سے مصریاں لیؤنیں سوت
مارن تیغاں گرجیاں خاصے لجپوت (۶۴)

ترجمہ: سرکاری ہرکارے نے لاہور دربار میں نادر شاہ کے حملے کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ وہیں یعقوب کھوجا بھی بیٹھا اسے سن رہا تھا۔ اس نے نواب سے لڑنے کی اجازت طلب کی اور اپنی چھوٹی سی جماعت کے ساتھ جا میدان پہنچا جو پانچ سو گھوڑوں اور پانچ سو گھوڑ سواروں پر مشتمل تھی۔ جن ان دونوں گروہوں کا ایک دوسرے سے آمنا سامنا ہوا تو دونوں خوب لڑے۔ راجپوتوں نے ان حملہ آوروں کو تلواریں مار مار کر لہولہان کر دیا۔

یعقوب کھوجے کی یہ تمام مزاحمت اپنی مدد آپ کے تحت تھی۔ نواب زکریا کے دربار سے کوئی بھی ان کی مدد کے لیے نہ آیا اور نہ ہی نواب نے نادر شاہ کے خلاف کوئی خاص مزاحمت کی۔ جب کہ اس وقت وہ بہ آسانی کمک بھیج سکتے تھے۔ اگر یہ مٹھی بھر لوگ اس قدر شجاعت کا مظاہرہ کر سکتے تھے تو شاہی دربار کی فوج ایسا کرنے سے کیوں گریز پائی اختیار کیے رہی۔ نواب کا اتنی جلدی نادر شاہ کا مطیع ہو جانا تاریخی اعتبار سے نہایت اہم ہے جو ان کی ساکھ پہ بے حد سوالات اٹھاتا سکتا ہے۔ مزید یہ کہ نواب زکریا نے اتنی پرزور مزاحمت کے باوصف دم دبا کر بھاگنے ہی میں عافیت کیوں سمجھی۔ کیا وہ بھی نظام الملک کی طرح دغابازی کے مرتکب ہو رہے تھے؟ ''نادر شاہ دی وار'' کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو کچھ ایسا ہی معلوم پڑتا ہے۔ نجابت اس بارے میں یوں کہتا ہے:

چڑھیا لشکر ویکھ کے اڈ حیرت جائے
کھسرے بدھی پگڑی کیہ مرد سدائے
جیویں کیسر کھرکا پکڑیا نہ دنب ہلائے
جیونکر مہری مرد نوں کر ناز ولائے
دے خزانے وڈھیاں چھیہہ ضان بچائے
بہادر چھوڑ بہادری لگ قدمیں جائے(۶۵)

ترجمہ: سر پہ آیا ہوا لشکر دیکھ کر حیرت تک اڑ گئی۔ کھسرا سر پہ پگڑی باندھ کر مرد نہیں لگنے لگتا۔ جیسے گدھا شیر کے آگے دم تک نہ ہلا پایا۔ جیسے ایک بیوی ناز و ادا سے اپنے خاوند کو لبھاتی ہے۔ بڑے خزانے دے کر اس نے اپنی جان بچائی اور بہادر اپنی بہادری چھوڑ کر قدموں سے لگ گئے۔

اورینٹل کالج میگزین، جلد ۹۷، شمارہ ۲، مسلسل شمارہ: ۳۶۲، سال ۲۰۲۲ء

تیسرا گروہ سنیاسیوں اور ناتھوں کا ہے۔ یہ برعظیم میں جوگیوں کا پرانا پنتھ ہے۔ مچھندر ناتھ نے اس کی بنیاد رکھی اور گورکھ ناتھ نے اسے پروان چڑھایا۔ **انسائکلوپیڈیا آف انڈین لٹریچر** میں اس کی تفصیلات دیکھی جاسکتی ہیں۔انھوں نے اپنی تپسیا(عبادت) چھوڑ کر مٹی کی بقا کو لازم جانا۔ان کے لیے مٹی کی بقا اول تھی اور زندہ رہنا شرطِ دوم تھا۔ نجابت اس منظر کی یوں تصویر کشی کرتا ہے:

نادر کہندا جائی ساری فوج وچ
کسے جا گل سنائی بھوپت ناتھ نوں
مڑھکو مڑھک ہو جائی غصہ قہر دا
کرنی خوب لڑائی جتنے سورمے
دیندے لوک دہائی تہاڈے فقر دی(٦٦)

ترجمہ: نادر ساری فوج میں کہتا جاتا تھا کہ کسی نے حملے کی خبر بھوپت ناتھ کو جا سنائی۔ بھوپت ناتھ کو شدید پسینہ آگیا اور وہ غصے سے آگ بگولا ہو گیا۔ انھوں نے سورماؤں جیسی لڑائی کی جب کہ لوگ تو محض ان کے فقر کی بات کرتے تھے۔ یہ جتنے فقر میں باکمال ہیں اتنے ہی بہادری میں لازوال ہیں۔

لوک داستانیں اور لوک ادب دراصل مقامی افراد کی تاریخ ہی تو ہیں جن میں تاریخ شفافیت کے ساتھ محفوظ ہے۔ نادر شاہ کے حملے کی زبردست آہٹ محض نجابت کے ہاں ہی سنائی نہیں دیتی بل کہ محمد شاہ کے عہد کے ملتانی صوفی شاعر علی حیدر ملتانی (۱۶۹۰ء۔ ۱۷۸۵ء)(٦٧) نے بھی اس کو اپنی شاعری میں کچھ اس طرح بیان کیا ہے:

بھی زہر جو کھا مرن کجھ شرم نہ ہندوستانیاں نوں
کیا حیا ایہناں راجیاں نوں، کجھ لج نہیں تورانیاں نوں
بھیڑے بھر بھر دیوں خزانے فارسیاں نوں، خراسانیاں نوں
کہے تاں کھا کٹاری مروجے سکو نہ مار ایرانیاں نوں
حیدر آکھ ایہناں ہیجڑیاں نوں، ایہناں ہیزاں نامردانیاں نوں (٦٨)

ترجمہ: ہندوستانیوں کو کچھ شرم ہی نہیں، انھیں زہر کھا کر مر جانا چاہیے۔ نہ توراجوں میں عزت نام کی کوئی چیز ہے اور نہ ہی ان تورانیوں میں کچھ لجا (شرم) باقی رہ گئی ہے۔ جھولیاں بھر بھر کر یہ اہلِ فارس اور اہلِ خراسان، مراد نادر شاہ اور اس کے حواری، کو دے رہے ہیں۔ اگر ان ایرانیوں کو مار نہیں سکتے تو تلوار کھا کر خود ہی مر جاؤ۔ حیدر میں ان خواجہ سراؤں اور نامردوں کو کیا کہوں۔

اسی کے مصداق بلھے شاہ (۱۶۸۰ء۔۱۷۵۷ء) اور وارث شاہ (۱۷۲۲ء۔۱۷۹۸ء) کی شاعری میں بھی اس حملے کی پر شور بازگشت سنائی دیتی ہے۔ دوسری جانب میر تقی میر (۱۷۲۳ء۔۱۸۱۰ء) دلی کے اجڑنے کا نوحہ صرف اپنی شاعری ہی میں نہیں کرتے بل کہ اپنی سوانح حیات، ذکرِ میر، میں نادر شاہ کے حملے کو کچھ یوں رقم کرتے ہیں" اس انقلاب (حملہء نادری) کے بعد پھر سنگ دل زمانے نے مجھے ستایا۔"(۶۹) وار کے مطالعے کے بعد دیکھا جائے تو شاعر عوامی نقطہء نظر کا حامل محسوس ہوتا ہے۔ نجابت نے عوام کے دکھ اور درد کو نہ صرف زبان دی ہے بل کہ حاکمینِ وقت کو غیرت بھی دلانے کی کوشش کی ہے۔ نجابت کی وار سرزمین ہندوستان پر دھاڑویوں (بیرونی حملہ آوروں) کی ہونے والی یلغار کی داستان ہے۔ نجابت نہ صرف عوام کا نمائندہ ہے بل کہ عوام کا وفادار اور اپنی مٹی کی حفاظت کا ضامن ہے۔ نجابت نے وار کو عوامی لب و لہجے میں لکھا ہے اور اسی کو اظہار کا ذریعہ بنایا ہے جیسا کہ نادر کو "ندر" کہنا۔ نجابت اٹھارویں صدی کے معاشرے کے حسن و قبح کی عکاسی "خلق نمانی لٹیئے حق پوے نہ پلے" اور" نادر شاہ توں ہند پنجاب دھڑ کے میرے بابدا تدھ بھونچال کیتو "میں نہایت خوب صورتی سے کرتا ہے کہ ہر چیز واضح ہو جاتی ہے۔ حملہء نادری نے سلطنتِ مغلیہ کا سارا انتظامی ڈھانچا بے جان کر دیا تھا۔(۷۰) اس حملے کے بعد پنجاب کو بہت کم امن اور سکون نصیب ہوا۔ پنجاب کی حد تک تجارت اور معیشت کے ادارے ڈھے گئے تھے۔ نادر شاہ کے حملے نے داخلی صورت حال کو ابتر کر دیا۔(۷۱) اس حملے کے بعد داخلی سطح پر مغل حکم رانوں کی گرفت مزید کم زور ہو گئی اور صوبے داروں نے اپنی اپنی ریاست کی علیحدگی کا اعلان کر دیا۔

حاصل کلام

اگر "نادر شاہ دی وار" میں موجود تاریخی کرداروں کو تاریخ میں رقم واقعات اور بنیادی مآخذ کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ تمام واقعات اسی طرح رونما ہوتے نظر آتے ہیں۔ لیکن جو چیز لوک ادب میں بالخصوص وار میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے وہ مقامی افراد کی مزاحمت اور مغلیہ تاریخ کا بیان ہے۔ ان کے ذریعے نہ صرف ایسے کردار بھی سامنے آتے ہیں جن کے حوالے سے تاریخی کتابیں خاموش ہیں۔ ان لوک داستانوں میں مٹی کے سپوت اور ان کی شجاعت کو دیکھا جا سکتا ہے۔ لوک داستانیں سماجی شعور کو نہ صرف اجاگر کرتی ہیں بل کہ بہت حد تک اس کی نوک پلک درست کرتی اور پروان چڑھاتی ہیں۔ یہ اپنی مٹی سے محبت کا سبب بنتی ہیں۔ واریں بہت حد تک تاریخ کا درست تعین کرنے اور حقیقی سورماؤں سے روشناس کرانے میں ممد و معاون ہیں۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(1) Burke, Peter. "History and Folklore: A Historiographical Survey." Folklore 115, no. 2 (2004), pp.133-139.

(2) Dundes, Alan, and Simon J. Bronner. Meaning of Folklore: The Analytical Essays of Alan Dundes. Utah State University Press, 2007.

(3) Dundes, Alan. Fables of the Ancients: Folklore in the Qur'ān. Rowman & Littlefield, 2003.

(4) Abrahams, Roger D. Deep Down in the Jungle: Black American Folklore from the Streets of Philadelphia. Routledge, 2018. Haring, Lee. "Roger Abrahams, Creolization, Folklore Theory." Western Folklore (2016), pp.259-296.

(5) Burke, Peter. "History and Folklore: A Historiographical Survey." Folklore 115, no. 2 (2004), pp.133-139.

(6) Al-Khammash, Farah Abu Bakr. The Folktale as a Site of Framing Palestinian Memory and Identity in" Speak, Bird,

Speak Again" and" Qul Ya Tayer". (The University of Manchester, United Kingdom, 2014).

(7) Dorson, Richard M. "Folklore and Fakelore." In Folklore and Fakelore. (Harvard University Press, 2013).

(8) Burke, Peter. History and Social Theory. Polity, 2005.

(9) Gandhi, Rajmohan. "Of the Book: Punjab: A History from Aurangzeb to Mountbatten." (2013).

(۱۰) عین الحق فرید کوٹی، اردو زبان کی قدیم تاریخ،(لاہور: ارسلان پبلیکیشنز، ۱۹۷۲ء)، ۱۷۲۔

(11) Grewal, Jagtar Singh. Social and Cultural History of the Punjab: Prehistoric, Ancient, and Early Medieval. Manohar Publishers, 2004.

(۱۲) عین الحق فرید کوٹی، اردو زبان کی قدیم تاریخ،(لاہور: ارسلان پبلیکیشنز، ۱۹۷۲ء)، ۱۷۲۔

(13) Mir, Farina. The Social Space of Language. (University of California Press, 2010), p. 97.

(۱۴) محمد آصف خاں، نِک سُک تے ہور نِک سُک، وار کیہ ہے،(لاہور: پاکستان پنجابی ادبی بورڈ)۲۷۔

(۱۵) خاور سعید بھٹا، بیرونی حملہ آوروں پر پنجابی واریں، تحقیق نامہ، شمارہ ۲۳، جولائی تا دسمبر ۲۰۱۸، ۹۔۷۔

(16) Mir, Farina. The Social Space of Language. (University of California Press, 2010), p.100.

(۱۷) ایضاً۔

(18) Axworthy, Michael. Sword of Persia: Nader Shah, from Tribal Warrior to Conquering Tyrant. Bloomsbury Publishing, 2010.

(۱۹) جاوید گھنجیرا، پھل کڑانا بار دے، نجابت،(لاہور: راوی پبلیشرز، ۱۹۹۳ء)، ۱۴۶۔۱۴۴۔

(۲۰) نادر شاہ دی وا، نجابت، مرتب نواب سیال، آصف خان،(لاہور: پنجابی ادبی بورڈ)، ۴۔

(۲۱) انگریزوں کی آمد سے پہلے برعظیم میں وار، ڈھولے، ماہیے اور بولیاں گانے کی روایت بہت مضبوط تھی۔ یہ تمام اصناف سماجی و معاشرتی تعریف اور اس وقت کے حالات کا ماخذ ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: فارینہ میر، The Social Space of Language۔

(۲۲) نادر شاہ دی وا، نجابت، مرتب نواب سیال، آصف خان، ۴۔؛ جاوید گھنجیرا، پھل کڑانا بارے دے، نجابت،(لاہور: راوی پبلیشرز، ۱۹۹۳ء)، ۱۵۰۔

(۲۳) وضاحت کے لیے دیکھیے فارینہ میر کی کتاب The Social Space of Language ۔

(۲۴) ایضاً۔

(۲۵) عزیز احمد، پنجاب مغلوں کے عہدِ زوال میں، (لاہور: پنجاب ریسرچ فاؤنڈیشن، ۱۹۸۰ء)، ۳۹۔۳۷۔

(26) Lockhart, Laurence. Nadir Shah. University of London, School of Oriental and African Studies (United Kingdom, 1935)

(27) Daniel, Elton L. The History of Iran. ABC-CLIO, 2012.

(۲۸) سید محمد لطیف، تاریخِ پنجاب؛مع حالات شہر لاہور،(لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۰ء)، ۶۴۔۵۶۔

(۲۹) خافی خان نظام الملک، منتخب اللباب، مترجم محمود احمد فاروقی،(کراچی: نفیس اکیڈمی، کراچی، ۱۹۶۳ء)

(۳۰) عزیز احمد، پنجاب مغلوں کے عہدِ زوال میں، (لاہور: پنجاب ریسرچ فاؤنڈیشن، ۱۹۸۰ء)، ۵۵۔۳۷۔

(۳۱) مزید تفصیلات کے لیے دیکھیں، سیر المتاخرین از غلام حسین خان طباطبائی۔

(۳۲) غلام حسین خان طباطبائی، سیر المتاخرین،(کراچی: نفیس اکیڈمی، ۱۹۶۳ء)

(33) Sayyid Muhammad Lateef, History of Punjab, (Lahore, Sang-i Meel Publications, 2000), p.300.

(۳۴) نادر شاہ کے حالات کے لیے دیکھیے: میرزا حیرت ایرانی، حالاتِ نادر شاہ

(35) Fraser, James. The History of Nadir Shah, Formerly Called Thamas Kuli Khan, and the Present Emperor of Persia. A. Millar, 1742

(36) Astarabadi, M. M.: Jahan Goosha-i Nadiri, (Dunya-i Keetab Publication, 2005)

(۳۷) خواجہ عبد الکریم ، بیان واقعی، سر گذشتِ احوالِ نادر شاہ، بہ تصحیح و تحقیق، ڈاکٹر کے۔ بی۔ نسیم،(لاہور: ادارۂ تحقیقاتِ پاکستان، پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۰ء)

(38) Fraser, James. The History of Nadir Shah, Formerly Called Thamas Kuli Khan, and the Present Emperor of Persia. A. Millar, 1742.

(39) Lockhart, Laurence. Nadir Shah. University of London, School of Oriental and African Studies (United Kingdom, 1935).

اورینٹل کالج میگزین، جلد ۹۷، شمارہ ۲، مسلسل شمارہ: ۳۶۴، سال ۲۰۲۲ء

(۴۰) سید محمد لطیف،تاریخِ پنجاب : مع حالاتِ شہر ِ لاہور،(لاہور:سنگِ میل پبلیکیشنز،۲۰۰۰ء)، ۶۴۔۵۶۔

(41) Astarabadi, M. M.: Jahan Gusha-i Nadiri, (Dunya-i Keetab Publication, 2005)

(۴۲) ریاست اودھ کے صوبے دار جو بعد کو اسی ریاست کے نواب بن بیٹھے تھے۔اس کے بار میں تفصیلات تاریخِ اودھ میں پڑھی جا سکتی ہیں۔

(۴۳) خافی خان نظام الملک، منتخب اللباب، مترجم محمود احمد فاروقی،(کراچی: نفیس اکیڈمی، کراچی،۱۹۶۳ء)

(۴۴) محمد بخش آشوب شاہ جہان آبادی فارسی تاریخ نگار تھے اور انھوں نے نادر شاہ کے حملے کے دوران دہلی کو اپنی آنکھوں سے برباد ہوتے دیکھا تھا۔

(۴۵) ایضاً

(46) For details about it see, Dalrymple, William, and Anita Anand. Koh-i Nūr: The History of the World's most Infamous Diamond. (Bloomsbury Publishing USA, 2017).

(47) Watson, Robert Grant. "A History of Persia from the Beginning of the Nineteenth Century to the Year 1858, with a Review of the Principal Events that Led to the Establishment of the Kajar Dynasty." (1866).

(۴۸) نجابت، نادر شاہ دی وار، سچیت لاہور،۱۔

(۴۹) ایضاً،۷۔

(50) Bhargava, Meena, ed. The Decline of the Mughal Empire. (Oxford University Press, 2014).

(51) Dudney, Arthur. Delhi: Pages from a Forgotten History. Hay House, Inc, 2015.

(۵۲) نجابت، نادر شاہ دی وار، سچیت لاہور،۱۰۔

(۵۳) ''کل'' سے مراد یہاں کالی دیوی یعنی بربادی کی دیوی ہے۔

(۵۴) اس وار میں ''نارد'' کالی دیوی کا خاوند ہے۔

(۵۵) عزیز احمد، پنجاب مغلوں کے عہدِ زوال میں،(لاہور: پنجاب ریسرچ فاؤنڈیشن، ۱۹۸۰ء)،۷۷۔۷۵۔

(۵۶) ڈاکٹر وحید قریشی،میر حسن کا زمانہ

(57) Hourly History, Mughal Empire: A History from Begining to End, Independently Published 2020

(۵۸) نادر شاہ نے جب محمد شاہ کو اپنی قیام گاہ میں بلایا تو محمد شاہ اپنا تاج نادر شاہ کے سر پہ رکھ دیا۔ سلطنت سے وقتی معزولی کے بعد نادر شاہ نے یہ تاج محمد شاہ کو دوبارہ بخش دیا۔ یہ واقعہ کرنال کے میدان میں شکست کے بعد رونما ہوا تھا۔

(۵۹) تفصیل کے لیے جاوید گھنجیرا کی کتاب ''پھل کڑانا بار دے'' ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

(۶۰) کھوجا برعظیم کی قدیم قوم ہے جنھوں نے اسماعیلی پیروکاروں کے ہاتھوں اسلام قبول کیا۔ یہی لوگ بعد میں خواجہ اور شیخ کہلائے۔

(۶۱) تفصیل کے لیے دیکھیے:

A Glossary of the Tribes & Castes of the Punjab & North-West Frontier Province by Sir Edward Maclagan, Superintendent, Government Printing, Punjab, 1914.

(۶۲) تفصیل کے لیے دیکھیے: Encyclopedia of Indian Literature

(۶۳) نجابت، نادر شاہ دی وار، سچیت لاہور، ۵۰۔

(۶۴) ایضاً، ۵۶۔

(۶۵) ایضاً، ۶۱۔

(۶۶) ایضاً، ۷۰۔

(۶۷) علی حیدر ملتانی ایک صوفی شاعر ہیں جنہوں اورنگ سے لیکر محمد شاہ تک کی بادشاہت دیکھی اور احمد شاہ ابدالی کے حملوں اور تاراج کے چشم دید گواہ ہیں ہیں۔

(۶۸) علی حیدر ملتانی، کلیات علی حیدر، مرتبہ: فقیر محمد فقیر، (لاہور: پاکستان پنجابی ادبی بورڈ، ۱۹۸۸ء)، ۹۹۔

(۶۹) میر تقی میر، ذکرِ میر، مرتبہ، مولوی عبدالحق، (دکن: انجمن اردو پریس، اورنگ آباد، ۱۹۲۳ء)، ۹۵۔

(۷۰) عزیز احمد، پنجاب مغلوں کے عہدِ زوال میں، (لاہور: پنجاب ریسرچ فاؤنڈیشن، ۱۹۸۰ء)، ۷۵۔۷۷۔

(۷۱) رفیق احمد، پالیٹکس اینڈ اکانومی آف دی پنجاب، جرنل آف ریسرچ، (لاہور: پنجاب یونیورسٹی، شمارہ جنوری ۱۹۶۶ء)۔ ۹۰۔

REFERENCES

(1) Burke, Peter. "History and Folklore: A Historiographical Survey." Folklore 115, no. 2 (2004), pp.133-139.

(2) Dundes, Alan, and Simon J. Bronner. Meaning of Folklore: The Analytical Essays of Alan Dundes. Utah State University Press, 2007.

(3) Dundes, Alan. Fables of the Ancients: Folklore in the Qur'ān. Rowman & Littlefield, 2003.

(4) Abrahams, Roger D. Deep Down in the Jungle: Black American Folklore from the Streets of Philadelphia. Routledge, 2018. Haring, Lee. "Roger Abrahams, Creolization, Folklore Theory." Western Folklore (2016), pp.259-296.

(5) Burke, Peter. "History and Folklore: A Historiographical Survey." Folklore 115, no. 2 (2004), pp.133-139.

(6) Al-Khammash, Farah Abu Bakr. The Folktale as a Site of Framing Palestinian Memory and Identity in" Speak, Bird, Speak Again" and" Qul Ya Tayer". (The University of Manchester, United Kingdom, 2014).

(7) Dorson, Richard M. "Folklore and Fakelore." In Folklore and Fakelore. (Harvard University Press, 2013).

(8) Burke, Peter. History and Social Theory. Polity, 2005.

(9) Gandhi, Rajmohan. "Of the Book: Punjab: A History from Aurangzeb to Mountbatten." (2013).

(10) ‘Ain al-Ḥaq Farīd Koti, Urdū Zabān ki Qadīm Tārīkh, (Lahore: Arslan Publications, 1972), p.172.

(11) Grewal, Jagtar Singh. Social and Cultural History of the Punjab: Prehistoric, Ancient, and Early Medieval. Manohar Publishers, 2004.

(12) ‘Ain al-Haq Farīd Koti, Urdū Zabān ki Qadīm Tārīkh, (Lahore: Arslan Publications, 1972), p.172.

(13) Mir, Farina. The Social Space of Language. (University of California Press, 2010), p. 97.

اورینٹل کالج میگزین، جلد ۹۷، شمارہ ۲، مسلسل شمارہ: ۳۶۳، سال ۲۰۲۲ء

(14) Muḥammad Āsaf Khan, Nik Suk Te Hor Nik Suk, Vār ki Hai, (Lahore: Pakistan Punjabi Adabi Board), p.72.

(15) Khawar Saeed Bhutta, Bairūni Ḥamla Āvarūn Par Punjabi Vāraen̲, Tehqīq Namā, (Journal. No: 23, July to December, 2018), pp.7-9.

(16) Mir, Farina. The Social Space of Language. (University of California Press, 2010), p.100.

(17) ibid.

(18) Axworthy, Michael. Sword of Persia: Nader Shah, from Tribal Warrior to Conquering Tyrant. Bloomsbury Publishing, 2010.

(19) Javaid Ghanjaira, Phul Kirāna Bār De, Nijābat, (Lahore: Ravi Publishers, 1993), pp.144-46.

(20) Nadir Shah Di Vār, comp. Navvab Siyal, Āsaf Khan, (Lahore: Punjabi Adabi Board), p. 4.

(21) Before the arrival of colonials the tradition of Vār, Mahiya had very rich signs of tradition in the sub-continent. In these well appreciated types of poetry are treasures of history. For more elucidation see Farina Mir's account on it.

(22) Nadir Shah Di Vār, comp. Navvab Siyal, Āsaf Khan, p. 4 & Javaid Ghanjaira, Phul Kirāna Bār De, Nijabat, (Lahore: Ravi Publishers, 1993), p. 150

(23) For more explanation see Farina Mir's book, The Social Space of Language.

(24) ibid.

(25) 'Aziz Aḥmad, Punjāb Mughlon ke 'Ahd-i Zavāl men̲, (Punjab Research Foundation, 1980), p.37-39.

(26) Lockhart, Laurence. Nadir Shah. University of London, School of Oriental and African Studies (United Kingdom, 1935)

(27) Daniel, Elton L. The History of Iran. ABC-CLIO, 2012.

(28) Sayyid Muḥammad Latīf, Tārīkh-i Punjāb ma' Ḥalāt-i Shehr-i Lahore, (Lahore: Sang-i Meel Publications, 2000), pp.56-63.

(29) Khafi Khan, Nizam al-Mulk, Mūntakhab al-Lūbāb, trans. Maḥmūd Aḥmad Farūqi, (Karachi: Nafīs Academy, 1963)

(30) ‘Aziz Aḥmad, Punjāb Mughlon ke ‘Ahd-i Zavāl meṉ, (Punjab Research Foundation, 1980), pp. 37-55.

(31) For more explanation see, Siyar al- Muta’khkhirīn by Ghulam Ḥussain Tabatabai.

(32) Ghulam Ḥussain Tabatabai, Siyar al- Muta’khkhirīn, (Karachi: Nafīs Academy, 1963)

(33) Sayyid Muhammad Latīf, History of Punjab, (Lahore, Sang-i Meel Publications, 2000), p.300.

(34) For more details see an account of Mirza Ḥairat Irani, Ḥalat-i Nadir Shah

(35) Fraser, James. The History of Nadir Shah, Formerly Called Thamas Kuli Khan, and the Present Emperor of Persia. A. Millar, 1742

(36) Astarabadi, M. M.: Jahaṉ Gūsha-i Nādiri, (Dunya-i Kītāb Publication, 2005)

(37) Khavaja ‘Abdul Karīm, Bayān-i Vāq‘ī, Sar Ghuzashat Aḥval-i Nadir Shah, ed: Dr. K. B Nasīm, (Lahore: Idara-i Taḥqīqat Pakistan, University of the Punjab, 1970)

(38) Fraser, James. The History of Nadir Shah, Formerly Called Thamas Kuli Khan, and the Present Emperor of Persia. A. Millar, 1742.

(39) Lockhart, Laurence. Nadir Shah. University of London, School of Oriental and African Studies (United Kingdom, 1935).

(40) Sayyid Muḥammad Latīf, History of Punjab,(Lahore: Sang-i Meel Publications, 2000), pp.56-63

(41) Astarabadi, M. M.: Jahaṉ Gūsha-i Nādiri, (Dunya-i Kītāb Publication, 2005)

(42) Navvab of Riyasat-i Avadh, for more details one may see Tarīkh-i Avadh by Najm al-Ghani Khan

(43) Khafi Khan, Nizām al-Mulk, Mūntakhab al-Lūbāb, trans. Maḥmūd Aḥmed Farūqi, (Karachi: Nafīs Academy, 1963)

(44) Muḥammad Bakhsh Ashob Shah Jahān Abadi was a prominent historian of his time. He had witnessed the assault of Nadir Shah on Dehli.

(45) ibid.

(46) For details about it see, Dalrymple, William, and Anita Anand. Koh-i Nūr: The History of the World's most Infamous Diamond. (Bloomsbury Publishing USA, 2017).

(47) Watson, Robert Grant. "A History of Persia from the Beginning of the Nineteenth Century to the Year 1858, with a Review of the Principal Events that Led to the Establishment of the Kajar Dynasty." (1866).

(48) Nijābat, Nadir Shah Di Vār, (Suchīt, Lahore), p.1.

(49) ibid, p.7.

(50) Bhargava, Meena, ed. The Decline of the Mughal Empire. (Oxford University Press, 2014).

(51) Dudney, Arthur. Delhi: Pages from a Forgotten History. Hay House, Inc, 2015.

(52) Nijābat, Nadir Shah Di Vār, (Suchīt, Lahore), p. 10.

(53) “Kal” here shows Kali Devi in the Vār, a Devi of destruction

(54) “Narad” in this Vār, god, is husband of “Kal”

(55) ‘Aziz Aḥmed, Punjab Mughlon ke ‘Ahd-i Zavāl meṉ, (Punjab Research Foundation, 1980), p. 75-77.

(56) For more details see an account of Dr. Waḥeed Qureshi, Mir Ḥasan ka Zamana.

(57) Hourly History, Mughal Empire: A History from Begining to End, Independently Published 2020

(58) After destroying Dehli, Nadir Shah called Muḥammad Shah in his temporary Darbār then Muḥammad Shah put his crown on the head of Nadir.

(59) To see Nijābat was how much spacious and historically conscious in his times see book of Javaid Ghanjaira, Phul Kirāna Bār De.

(60) For details about “Khoja” see, A Glossary of the Tribes & Castes of the Punjab & North-West Frontier Province by Sir

Edward Maclagan, Superintendent, Government Printing, Punjab, 1914.

(61) For details about “Gondal” see, A Glossary of the Tribes & Castes of the Punjab & North-West Frontier Province by Sir Edward Maclagan, Superintendent, Government Printing, Punjab, 1914.

(62) Sanyasi and Nāth are very old Panth in ancient India. See details about them in encyclopedia of Indian Literature.

(63) Nijābat, Nadir Shah Di Vār, (Suchīt, Lahore), p.50

(64) ibid, p.56.

(65) ibid, p.61.

(66) ibid, p.70.

(67) ‘Ali Haider Multani, A Sufi poet in the times of Aurangzaib to Muḥammad Shah

(68) ‘Ali Ḥaidar Multani, Kuliyāt-i ‘Ali Ḥaidar, com. Faqīr Muḥammad Faqīr, (Lahore: Pakistan Punjabi Adabi Board, 1988), p. 99.

(69) Mīr Taqi Mīr, Zikr-i Mīr. comp. Maulavi ‘Abd al-Ḥaq, (Anjuman-i Urdū Press, Aurangabad, Deccan, 1923), p.95.

(70) ‘Aziz Aḥmad, Punjab Mughlon ke ‘Ahd-i Zavāl meṉ, (Punjab Research Foundation, 1980), p.75-77.

(71) Rafīque Aḥmad, Politics and Economy of the Punjab, Journal of Research, Punjab University Lahore, January 1999, p.90.

❖❖❖